رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸

شرح چندہ
سالانہ ....ے
ششماہی ....ہے
سہ ماہی ....عہ

قیمت فی پرچہ (۲ر)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار
مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ایل ایل بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلیشہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ ....ے
ششماہی ....ہے
سہ ماہی ....عہ

قیمت پرانا پرچہ (۲ر)

جلد ۴ | ۲۵ آبان ۱۳۵۳ف | ۲ شوال ۱۳۶۳ھ | ۳۰ ستمبر ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۲۵)

اسلامی ممالک کا مستقبل

از

سجاد ظہیر

اسلامی ملکوں کے مستقبل کے متعلق ہندوستان کی مسلم رائے عامہ کا رجحان مایوسی کی طرف معلوم ہوتا ہے اردو اخباروں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور سے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اتحادی چونکہ جیت رہے ہیں اس لئے وہ دوبارہ دنیا کا بٹوارہ کر کے اسلامی ملکوں کو غلام بنا لیں گے۔ چنانچہ شام و لبنان کے اعلان آزادی کو شبہ کی نظروں سے دیکھا گیا۔ وفاق عرب کی تجویز کو محض برطانیہ کی سازش پر محمول کیا جاتا ہے اور حال میں امریکہ کے ایک گمنام اخبار کے لکھنے کہ سوویت روس کو یہودیوں کے ساتھ ہمدردی ہے، بہت سے لوگ سوویت سے بھی بدظن ہو گئے ہیں۔

جب ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس جنگ میں سوویت یونین اور اس کی جمہوری اور آزادی پسند سرخ فوج کی فتوحات کا شرطیہ سبب یہ ہو رہا ہے کہ وہاں ایک کے بعد ایک چھوٹی اور کمزور قومیں بھی آزاد ہوتی جا رہی ہیں اور اتحادی کیمپ میں برطانیہ اور امریکہ کے رجعت پسند سامراجیوں کو یکے بعد دیگرے شکست ہو رہی ہے اور ان کی عوام دشمن پالیسیاں ناکامیاب ہو رہی ہیں تو پھر آخر اس مایوسی کا سبب کیا ہے!

آزادی کی ضمانت

فرانس پر امریکہ اور برطانیہ کے سامراجیوں نے دارلان ایسے رجعت پسند کو لادنا چاہا، وہ ناکامیاب ہوئے فرانسیسی عوام متحد ہو گئے۔ انھوں نے اپنی جنگ آزادی میں اتحادیوں کے ساتھ حصہ لیا اور آج وہ اپنی قسمت کے مختار ہیں۔

اٹلی میں بدولیو کے ذریعہ سامراجیوں نے اپنی سی کرنی چاہی۔ یہاں بھی ناکامی ہوئی۔ آج اٹالیہ میں وہاں کے فاشسٹ دشمن عوام کے نمائندوں کی حکومت ہے۔

یوگوسلاویہ رومانیہ بلغاریہ میں رجعت پسندوں کو شکست ہوئی اور عوامی جمہوری حکومتیں قائم ہو گئیں۔ پولینڈ میں بھی رجعت پسندوں کو شکست ہو گئی۔

غرض سرخ فوج کی فتوحات اور اتحادی جنگی کارروائیوں کی کامیابی سے اس جنگ کا عوامی جمہوری نتیجہ بالکل صاف ہوتا جا رہا ہے۔ اور اتحادی رہنماؤں کا وہ عہد جو طہران میں کیا گیا:۔

"ہمیں یقین ہے کہ وہ دن آنے والا ہے جب
دنیا کی تمام قومیں آزاد زندگی بسر کریں گی
ان دن پر کسی کو کوئی ظلم و جبر نہ ہوگا
وہ اپنی مرضی اور ضمیر کے مطابق اپنی زندگی
کی تعمیر کریں گے۔"

(اسٹالن، روزولٹ، چرچل کا اعلان)

حقیقت سے بدلتا جا رہا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آج دنیا میں عوام کی ایک زبردست قوت یعنی سرخ فوج موجود ہے جس نے جمہوریت کو تقویت دی ہے اور جس کی کامیابی نے تمام دنیا کے عوام کو متحد و منظم ہو کر اپنی قوت کو بڑھانے کا غیر معمولی موقعہ دے دیا ہے۔ سامراجی اب بھی موجود ہیں ان کی سازشیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن سوویت یونین اور سرخ فوج کی حمایت حاصل کر کے دنیا کی جمہوری تحریکیں اتنی مضبوط ہو گئی ہیں کہ اکثر سامراجیوں کو شکست ہوتی ہے اور عوام کو کامیابی۔ تاریخ عالم کا یہ ایک زبردست انقلاب ہے۔

چنانچہ لبنان اور شام کی آزادی بھی بین الاقوامی حالات کی اس بنیادی تبدیلی کا نتیجہ ہے۔ ان ملکوں کے عوام کا اتحاد، فرانس میں کمیونسٹ تحریک کا مضبوط ہونا، بین الاقوامی جمہوری رائے عامہ کا دباؤ، جنگی مصالح۔ یہ سب وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے یہ ملک آزاد ہوئے۔

اعلان طہران کے ساتھ ساتھ سوویت برطانیہ اور امریکہ نے ایران کی مکمل آزادی اس کے حق کی سالمیت اور اس کے سیاسی اقتدار اعلیٰ کے احترام کا بھی وعدہ کیا۔ الجزائر کے عربوں کو اب وہی حقوق مل گئے ہیں جو وہاں رہنے والے فرانسیسی کو حاصل ہیں۔

اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے اس جنگ کے دوران میں اور فاشزم کی شکست کی وجہ سے دنیا بھر کی جمہوری طاقتوں میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ اس ترقی پسند عالمگیر رجحان کا رہنما سوویت یونین ہے یہ زبردست قوت اسلامی ملکوں کو ان کی آزادی کی جد و جہد میں مدد دے گی۔ چنانچہ سوویت کی رہنمائی میں ایران کی آزادی کو مکمل کا اقرار اور عراق، شام، لبنان اور مصر کی آزادی کو تسلیم کر کے سوویت کا ان کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آزادی خواہ مسلم اقوام سوویت کو اپنا دوست تصور کرتی ہیں۔ مصر کے وزیر اعظم نحاس پاشا نے حال میں ایک تقریر میں کہا کہ مصر سوویت کو خاص دوست سمجھتا ہے۔ شام لبنان ایران اور عراق میں سوویت کے ساتھ دوستی کا اظہار کیا جا رہا ہے

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

مملکت

ہفتہ وار

جلد ۴ | ۲۵ آبان سنہ ۵۳ ف | نمبر ۲۵

حکومت رعایا سے راست ربط قائم کرے

ہندوستان کے دیہی باشندوں کی جہالت اور ان کا افلاس کسی بھی اسکیم کو سرسبز ہونے نہیں دیتا جو ان کی فلاح وبہبود کے لئے نافذ کی جائے۔ مثلاً اگر تنظیم دیہی حفظان صحت، امداد باہمی، زراعت کے ترقی یافتہ طریقے، پھلوں کی نگہداشت، مویشیوں کی دیکھ بھال جیسے مسائل سے متعلق دیہات کے باشندوں کو کام کی باتیں بتانا مقصود ہو تو ان کی جہالت کی وجہ سے بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ ان دقتوں پر قابو حاصل کرنے کا ایک موثر طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ ان کی زبان میں ایک دلنشین انداز میں ہر روز کچھ نہ کچھ کہا جائے اور اس کا ذریعہ لاسلکی نشریات ہی ہو سکتا ہے۔

جب ہم دیہات حیدرآباد کے مسائل پر غور کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ جب تک ان کروڑہا انسانوں سے راست ربط قائم نہ کیا جائے ساری مفید تحریکات بے اثر رہیں گی۔ تحریک امداد باہمی کو لیجئے۔ اس کی افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ پھر آخر یہ ناکام کیوں رہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ملک کا سرمایہ دار طبقہ جو نہیں چاہتا کہ کاشتکار اور مزدور اپنے مفاد کو پہچانیں اور اپنی بھلائی کے کام اختیار کریں ان بھولے بھالے انسانوں کو کچھ اس طرح اپنے زیر اثر رکھتا ہے کہ وہ ہر نئی چیز کو خواہ وہ ان کے لئے کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس ناگوار حقیقت کو اگر ہم سرمایہ داروں کی سازش سے تعبیر کریں تو غلط نہ ہوگا۔ گاؤں کے تحصیل پٹواری، بنئے، بقال، کومٹی اور زمیندار اور دیگر متمول افراد کے تمول کا راز غریبوں کی جہالت میں مضمر ہے۔ اور یہی وہ طبقے ہیں جو ان غریبوں کو تاریکی اور افلاس میں رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

حکومت سرکار عالی نے عام رعایا کی فلاح وبہبود کے لئے متعدد طریقے اختیار کئے۔ زراعت کو ترقی دینے کے لئے ایک محکمہ تقریباً ربع صدی سے قائم و کارگزار ہے۔ حفظان صحت کے اصول کو پرچار کرنے کے لئے بھی کثیر [illegible] ہے۔ امداد باہمی، اشتراکی سکرات، تعلیم بالغان، وغیرہ جیسی تحریکات کافی سرمایہ سے چلائی جا رہی ہیں۔ کاشتکاروں کی فلاح وبہبود کے لئے قانون انتقال اراضی، قانون انسداد سودخواری، قانون مصالحت قرضہ، اور اسی قبیل کے دیگر قوانین نافذ کئے گئے۔ لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ ملک کے غریب عوام بالخصوص کاشتکاروں اور مزدوروں نے ان اصلاحی اور رفاہی تدابیر سے بہت کم فائدہ اٹھایا۔ وجہ صرف یہ ہے کہ حکومت کے پاس کوئی ایسی مشینری نہیں ہے جس کے ذریعہ وہ ان تحریکات اور اقدامات کی افادیت ان بھولے بھالے عوام پر اچھی طرح ظاہر کر سکے۔ ہمارے ہاں عمل یہ ہے کہ جب کوئی نئی اسکیم جاری کی جاتی ہے وہ تحصیلات کو روانہ کر دی جاتی ہے اور تحصیلات سے وہیں دفاتر میں پہنچ کر تقریباً گم ہو جاتی ہے۔ تحصیل پٹواریوں کو نہ تو اتنی فرصت کہاں کہ وہ حکومت کے منشاء کو صحیح طور پر عوام تک پہنچائیں اور اگر ہو بھی تو وہ چاہتے کب ہیں کہ عوام باخبر اور باشعور ہو جائیں۔

حالیہ خلاف(?) قوانین ہی کو لیجئے۔ حکومت نے غیر سرکاری ارکان کے ذریعہ بہت کچھ کوشش کی کہ ان کے احکام کا صحیح منشاء کاشتکاروں اور مزارعین تک پہنچ جائے تاکہ وہ غلط فہمیوں کا شکار ہو کر خودغرض اشخاص کا آلۂ کار نہ بن جائیں اور دوسری طرف بددیانت عمال کی زیادتیوں سے محفوظ رہیں لیکن یہ منشاء بھی حکومت کی کوششوں کے باوجود پورا نہ ہو سکا۔

جنگ کے اختتام پر حکومت سرکار عالی رعایا کی فلاح وبہبود کے لئے مزید اقدامات کرنے والی ہے جس کے لئے کافی روپیہ صرف ہوگا لیکن ہم حکومت کو یقین دلاتے ہیں کہ جب تک وہ رعایا سے راست ربط قائم کرنے کا طریقہ اختیار نہ کرے اس کی ساری کوششیں رائگاں جائیں گی۔

ہماری تجویز یہ ہے کہ ہر بڑے موضع میں ایک ریڈیو سٹ نصب کیا جائے جو مقررہ اوقات میں کھلا رہے اور دیہی باشندوں کو مقامی زبانوں میں ایک مختصر، دلچسپ اور مفید پروگرام روزانہ سنایا جائے۔ یہی ایک موثر ذریعہ ہے جس کو کام میں لا کر ہر ایک تحریک کو کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ ہمیں سنا ہے کہ اورنگ آباد کی نشرگاہ بہت کم قوت ہے۔ اس کی رسائی اطراف کے (۳۰) یا (۳۵) میل کے مواضعات سے زیادہ نہیں اور مواضعات میں جو آلات موصولی نصب ہیں ان کی تعداد بھی دو یا تین درجن سے زیادہ نہیں۔ ضرورت ہے کہ حیدرآباد میں کم از کم چار نشرگاہیں قائم کی جائیں۔ ایک ورنگل، ایک اورنگ آباد اور ایک رائچور یا گلبرگہ میں جہاں سے علی الترتیب تلنگی، مرہٹی، اور کنڑی میں پروگرام نشر ہوں۔ ان نشرگاہوں کی افادیت ان کی قوت پر منحصر ہوگی۔ جب تک نشریات صاف طور پر سنائی نہ دیں حکومت کا روپیہ اور سامعین کا وقت ضائع کرتا ہے۔ ہماری یہ بھی تجویز ہے کہ مقامی زبانوں کی یہ تینوں نشرگاہیں صرف دیہاتیوں کے پروگرام نشر کریں جو روزانہ ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ ہو۔ شہروں میں بسنے والے تعلیم یافتہ شوقین حضرات کے لئے نشرگاہ حیدرآباد سے پروگرام دئے جا سکتے ہیں۔

بعض ماہرین کا خیال ہے کہ ورنگل، اورنگ آباد اور گلبرگہ کی نشرگاہیں اسی وقت مفید ہو سکتی ہیں جبکہ ان کی نشری قوت وہی ہو جو فی الوقت نشرگاہ حیدرآباد کو حاصل ہے۔ ہمارا تک بھی مطلب ہے نشرگاہ حیدرآباد کی نشری قوت (۵) کلواٹ ہے۔ صوبہ واری نشرگاہیں بھی اتنی ہی قوی ہونی چاہئیں۔ نشرگاہ حیدرآباد میں اتنا اضافہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ حیدرآباد کی ثقافت اور علمی ترقی سے بیرون حیدرآباد کے لوگ بھی واقف ہو سکیں۔

تنظیم مابعد جنگ کی اسکیموں میں نشری ترقیات کو بہت بڑی اہمیت حاصل رہے گی۔ چند ماہ قبل ہمارے اخبارات میں پڑھا تھا کہ حیدرآباد کو ایک شارٹ ویو اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اب جبکہ جنگ قریب الختم معلوم ہوتی ہے اور ہندوستان کے اکثر صوبے ممالک برطانیہ اور امریکہ سے مشینری حاصل کرنے کی سعی کر رہے ہیں یہ نہایت ضروری ہے کہ حکومت سرکار عالی اپنی آئندہ نشری ضروریات کے لئے امریکہ یا انگلستان سے مشینری حاصل کرنے کی کوشش کرے ورنہ اس دوڑ میں حیدرآباد بہت پیچھے رہ جائے گا۔

ممالک محروسہ سرکار عالی میں تقریباً (۲۲) ہزار مواضعات ہیں۔ اگر چھوٹے اور بے چراغ مواضعات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو (۱۵) ہزار مواضعات یقیناً ایسے ہیں جہاں آلات موصولی نصب کئے جا سکتے ہیں۔ بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ آلات نصب کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اس طرح ہماری رائے میں حکومت سرکار عالی کو چاہئے کہ کم از کم (۲۰) ہزار آلات موصولی فراہم اور نصب کرے۔ آل انڈیا ریڈیو کی سالانہ رپورٹ میں لکھا ہے کہ حکومت ہند نے ایسے سادہ اور سستے آلات موصولی ایجاد کئے ہیں جو دیہی نشریات کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ مواضعات میں آلات موصولی کی تنصیب کوئی آسان بات نہیں کیونکہ یہ آلات بیٹری کی قوت سے کام کرتے ہیں۔ بیٹری کو تازہ دم اور اچھی حالت میں رکھنا ایک وقت طلب کام ہے۔ اس کے لئے ایک وسیع فنی عملہ کی ضرورت ہوگی اور کافی روپیہ صرف ہوگا۔ لیکن اگر حکومت سرکار عالی رعایا کی فلاح وبہبود چاہتی ہے اور ان سے راست ربط قائم

سوسائٹی کی اہمیت کو محسوس کرتی ہے تو اس تجویز کا مالیاتی پہلو زیادہ اہم نہیں رہتا۔

مقامی زبانوں میں دیہاتیوں کے لئے دلچسپ اور مفید پروگرام ترتیب دینا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ شہری پروگرام کو مقبول بنانا زیادہ آسان ہے۔ اس کے لئے بھی ایسے ہی لوگوں کی ضرورت ہوگی جو دیہاتیوں کی نفسیات پر کافی عبور رکھتے ہوں ان کی افتاد طبیعت ان کی پسند ناپسند ان کے جذبات و توہمات اور ان کے طریقہ فکر کے دلچسپیوں سے واقف ہوں۔ دیہاتیوں کے لئے مذہب بڑی اہم چیز ہے۔ نثر سے زیادہ سلیس نظم نہیں زیادہ دلپسند ہے۔ اگر سلیس نظموں میں انہیں اچھی باتیں بتائی جائیں۔ سبق آموز افسانے ڈرامے اور قصے سنائے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دیہات سدھار کی اسکیمیں زراعت کے ترقی یافتہ طریقے، حفظان صحت، تعلیم بالغان اور امداد باہمی کی تحریک کو کامیاب نہ ہو۔ ہماری موجودہ نشرگاہیں اپنی کمزوریوں کے باعث اس اعلیٰ مقصد کو ہرگز پورا نہیں کرسکتیں۔

لاسلکی نشریات سے ایک اور مفید کام لیا جاسکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دیگر مدارس میں آلات موصولی نصب کردئیے جائیں اور وقت مقررہ پر صرف طلبہ کے لئے ایک دلچسپ تعلیمی پروگرام نشر کیا جائے جو طلبہ کے لئے تفریح بھی ہو اور تعلیم بھی۔ اس چیز کو ایک مثال سے واضح کیا جاسکتا ہے۔ بعض اساتذہ میں بعض مخصوص مضامین کی تعلیم دینے کا ایک خاص ملکہ ہوتا ہے۔ قارئین نے سنا ہوگا کہ فلاں مدرسہ میں فلاں استاد تاریخ بہت اچھے طریقے سے پڑھاتا ہے یا فلاں استاد سائنس کی تعلیم بہت خوبی سے دے سکتا ہے۔ یہ بالکل واقعہ ہے۔ چند اساتذہ اپنے فن میں ایک مہارت حاصل کرلیتے ہیں جو دوسروں کو خواہ وہ کتنے ہی قابل کیوں نہ ہوں نصیب نہیں ہوتی۔ موجودہ حالات میں صرف اسی مدرسہ کے طلبہ اس خاص استاد سے استفادہ کرتے ہیں۔ اگر نشریات کے ذریعہ تعلیمی پروگرام پیش کیا جائے تو ممالک محروسہ کے طلبہ اس خاص استاد کے ماہرانہ طرز تعلیم سے اور ذہنیت سے استفادہ کرسکیں گے۔ اس تجویز کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ نصابی کتب سے ہٹ کر بھی عام علمی تقاریر نشر کی جائیں تو طلبہ کے معلومات اور نقطۂ نظر میں بڑی وسعت پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ کام صوبہ واری نشرگاہوں سے ممکن نہیں۔ صرف نشرگاہ حیدرآباد ہی یہ بھاری کام کرسکتا ہے۔

نئی کل ہند ریڈیو پر اس حکومت اور اداروں کے ہاتھ میں جو ایک نصب العین اور عوام کے لئے کوئی پیام رکھتا ہو ایک مفید ہتھیار ثابت ہوسکتا ہے۔ اگر نشری پروگرام کی ترتیب کی تہہ میں کوئی نصب العین اور پیام نہ ہو تو یہی مفید آلہ وقت اور روپیہ ضائع کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ پس ریڈیو کو مفید بنانا یا اس کی افادیت سے محروم بنانا پروگرام مرتب کرنے والوں کی ذہنی صلاحیتوں پر منحصر ہے۔ نشرگاہ کا مستقل عوام کا تابعدار ہے۔ اگر وہ اپنی اس ذمہ دارانہ حیثیت کو محسوس نہ کرے تو یہ عوام کی بدنصیبی ہے۔

سطور بالا میں ہم نے اس موضوع پر جو لب کشائی کی ہے اس کا محرک یہ واقعہ ہے کہ غذائی مسائل میں حکومت کی نیک نیتی کے باوجود کاشتکاروں اور جاگیرداروں کو بیچ/بے جا ... کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ حکومت ناکام رہے۔ نفع اندوز اور تاجروں کے میدان عمل میں مداخلت بیجا کررہے ہیں۔ یہ صرف اس لئے ہو رہا ہے کہ سرمایہ داروں کا جال ملک بھر میں موضع موضع میں اس بری طرح پھیلا ہوا ہے کہ اگر حکومت ان کے سحر کو باطل کرنا چاہے تو حکومت کو سو روپے ماہوار پانے والے کم از کم پانچ ہزار پرچارک مقرر کرنے پڑیں گے اور پھر بھی نتائج تشفی بخش نہ ہوں گے۔ اگر ریڈیو کے ذریعہ یہ کام انجام دیا جاتا تو زیادہ موثر ہوسکتا ہے۔

مختصر یہ کہ ہم نشریات کی توسیع اور ترقی کو بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ محکمہ اطلاعات عامہ اور لاسلکی نشریات کے ذریعہ مملکت آصفیہ کی بڑی خدمت انجام دی جاسکتی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آنریبل مسٹر غلام محمد صدر المہام اطلاعات جو ایک وسیع النظر مدبر ہیں ان تجاویز کے مالیاتی پہلو پر ہمدردانہ غور فرمائیں گے۔

پروازی بم بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی

پروفیسر شاستری کی تقریر

حیدرآباد ۲۰۔ آبان۔ ٹاؤن ہال میں پروفیسر کے۔ آر۔ آر شاستری ریڈر الہ آباد یونیورسٹی نے جامعہ عثمانیہ کی سرپرستی میں ہوائی لڑائیوں کے مباحث پر تقریر کی۔ اس جلسہ کی صدارت دیوان بہادر آرمودا ... نے کی۔

مسٹر شاستری نے کہا کہ بحری اور بری لڑائیاں ایک عام اور معمولی ... ہو کر رہ گئی ہیں۔ اس لئے جب ۱۹۰۷ء میں پہلی ہیگ کانفرنس منعقدہ ہوئی تو ہوائی لڑائیوں سے جو تباہ کن امکانات تھے ان کا اندازہ لگانا ایک انتہائی مشکل امر تھا۔ پہلی جنگ عظیم میں بھی طیاروں کو مادی کام کے لئے ہی نہیں بلکہ اسلحہ کے ذخائر اور فوجی مرکزوں پر بمباری کے لئے استعمال کیا گیا تھا اس کے بعد ایسے مقامات پر حملوں کے لئے بھی انہیں استعمال کیا گیا جو فوجی کارروائی کے مقام سے دور دراز کے مقامات پر واقع تھے اور جنہیں بالعموم فوجی رقبہ جات پر سمجھے جاتے تھے یا ریلوے اسٹیشن اور اسلحہ کے کارخانوں کو تباہ کرنے کے لئے بمبار بھیجے جاتے تھے۔ بعض صورتوں میں جیسا کہ جرمنوں نے کیا شہری آبادی کو نشانہ بنانے کے لئے اور ان میں دہشت پھیلانے کے واسطے بھی طیاروں کو استعمال کیا گیا۔ پہلی جنگ عظیم کے ختم ہونے پر یہ محسوس ہوا کہ بین الاقوامی قوانین زیادہ موزوں نہیں ہیں اور بمباری کے متعلق بہت سے مسائل حل طلب ہیں جن پر غور کیا جانا لازمی ہے۔ مثال کے طور پر بحری اور فوجی رقبہ جات پر بمباری، تجارتی جہازوں کی تباہی، دشمن کو گرانے کی کارروائی، غیر جانبدار ممالک کی ہوائی حدود اور طیاروں کے پرزوں اور تباہ شدہ حصول کو اپنے علاقوں میں منتقل کرنے کی کارروائیاں بغیر کسی خاص قواعد کی پابندی کے جاری رہیں۔

۱۹۲۲ء تا ۱۹۲۳ء میں واشنگٹن کانفرنس نے امریکن امپیریل کا ایک کمیشن مقرر کیا کہ وہ اس وقت کے قواعد و ضوابط کی جانچ پڑتال کریں اور جنگ کے جدید طریقے اپنے مہارت کے لئے بعض تجاویز پیش کریں۔ اس کمیشن نے ہوائی لڑائیوں کے سلسلہ میں بھی تجاویز پیش کیں لیکن متعلقہ دولتوں نے ان قوانین کو قبول نہیں کیا۔

آخر میں مقرر نے پروازی بم کی جانب توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ ایک ایسی مشین جس کا خودحرکی نظام ہو اور جو بغیر ہواباز کے کام انجام دیتی ہو ہر طرح بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے لیکن یہ دیکھنا ہے کہ ... تمام احساسات پر کاری ضرب لگتی ہے۔

فلپس کے مکتوب کا پس منظر!

نیویارک ۔۔ ستمبر۔ مسٹر ڈریو پیرسن اخبار نیویارک ڈیلی میرر میں لکھتے ہیں کہ برطانوی سفارتی حلقوں اور امریکن دفتر خارجہ آجکل مشتبہ روز یہ پتہ چلانے کی کوشش کر رہا ہے کہ مسٹر ولیم فلپس کا وہ خط جس میں انہوں نے آزادی ہند کی سفارش کی تھی کس طرح اخبار کے ہاتھ آگیا۔ مسٹر فلپس نے اس راز کے انکشاف کی ذمہ داری سے ... امریکی وزیر خارجہ مسٹر کارڈل ہل ... بیان کو قبول نہیں کیا۔ پھر جب ہندوستان سے مراجعت کے ... برطانوی حکومت نے اصرار کیا کہ مسٹر فلپس کو سفیر ماننے سے انکار کردیا جائے اور یہ تار بھی چھاپ دیا گیا تو انگریز دیوانے ہوگئے اور چونکہ برطانوی جاسوس ... امریکن فوراً افغانستان سے امریکہ آئے اور یہاں ... سے متعلق برطانوی دفتر میں مقیم ہوگئے۔ انہوں نے تمام فائل دیکھے اور انگلیوں کے نشانات لئے ... دوسرے روز ایک قاتل کھلا ہوا ملا۔ برطانوی جاسوسوں نے پہلے تو امریکہ کے نائب ... کو ملزم بنایا اور اس کے بعد انہوں نے خود ... امریکہ مسٹر روزولٹ کو اطلاع دی ... یہ خط خود مسٹر روزولٹ نے ... اس خط کی بنا پر ... اس طرح اپنی ذہنیت ظاہر کی ہے۔

کیوبک کانفرنس

امریکہ اور برطانیہ کی حکمت عملی

کیوبک کانفرنس ختم ہو گئی۔ چرچل اور روزولٹ کے سامنے اصل سوال یہ تھا کہ جاپان کی شکست اور اس کے پنجے سے مقبوضہ ممالک کو چھڑانے کی حکمت عملی مرتب کریں۔ یقیناً ہندوستان کے سیاسی تعطل کو ختم کرنے کے سوال سے الگ نہیں ہے۔ اس لئے گاندھی جناح ملاقات سے اس کا اہم تعلق ہے۔

امریکہ کی بڑھتی ہوئی بحری اور ہوائی طاقت بحرالکاہل میں جاپان کے خلاف استعمال ہو رہی ہے جس نے جاپان کی طاقت کو کمزور کر دیا ہے۔ جیسے ہی یورپ کی لڑائی ختم ہو گی برطانیہ کی بحری طاقت بھی اس طرف منتقل ہو جائے گی اور کافی فوجیں اور سامان جنگ بحرالکاہل میں جاپان کے خلاف لڑائی کے لئے مہیا کیا جا سکے گا۔

سوال یہ ہے کہ اس فوجی طاقت کو جاپان کے خلاف کیسے استعمال کیا جائے۔ اب تک بحرالکاہل میں جاپان کے خلاف اصل لڑائی امریکی بیڑا اور امریکی فوج لڑتی رہی۔ گذشتہ دو سال میں امریکی فوجی طاقت نے بحرالکاہل کے جنوب مغرب اور وسط میں جاپان کی بیرونی مدافعتوں کو توڑ دیا اور بہت اہم جزیروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب فلپائن اور ایسٹ انڈیز پر حملہ آور ہیں۔ امریکی سمندری بیڑے نے جاپان کے جنوبی سمندری وسائل خبر رسانی کو منقطع کر دیا ہے۔

امریکہ کا نقطہ نظر

امریکی حملے کا مقصد یہ ہے کہ فلپائن پر دوبارہ قبضہ ہو جائے۔ انڈونیشیا دشمن کے ہاتوں سے چھین لیا جائے۔ چینی ساحل پر فوجیں اتار کر ایسے مقامات حاصل کر لئے جائیں جہاں سے ٹوکیو پر بمباری ہو سکے۔ چین میں جاپان کی بری فوج سے جنگ کی جائے اور جاپانی سمندری بیڑے کو شکست دے کر جاپان پر براہ راست حملہ کر دیا جائے۔

لیکن یہ بڑی مشکل حکمت عملی ہے۔ امریکہ کی سمندری اور ہوائی طاقت اگر جاپان سے کئی گنا بڑی بھی ہو تب بھی یہ لڑائی بڑی لمبی ہو جائے گی۔ اور جلد ختم نہ ہو گی۔

جاپان کی حکمت عملی

اس کے جواب میں جاپان کی حکمت عملی بالکل مدافعانہ ہے۔ جاپانی سمندری بیڑا امریکی سمندری بیڑے سے براہ راست نہیں لڑتا بلکہ دوسری جگہ کو اکھاڑتا ہے۔ جاپان نے اپنی جنوبی مہم کے لئے خشکی کے راستے سے نئے وسائل خبر رسانی تیار کئے ہیں۔ وہ اس وقت چینی ساحل پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہے تاکہ ساحل پر اترنے والی امریکی فوجوں سے لڑنے میں آسانی ہو۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر امریکی فوجیں صرف بحرالکاہل کی طرف سے آئیں تو لڑائی لمبی ہو جائے گی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ چین، برما، ملایا اور بحرالکاہل میں ایک ساتھ جاپانی فوجوں کو لڑنے پر مجبور کیا جائے تو جاپان زیادہ دنوں تک مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان اور لنکا میں برما اور ملایا کی لڑائی کے لئے بحری اور بری جنگی مرکز قائم کئے جائیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہندوستان اور چین کے درمیان خشکی کے ذریعے آمد و رفت کا راستہ محفوظ ہو اور چینی فوجوں کو کافی ہتھیار اور ہوائی جہاز مہیا کئے جا سکیں تاکہ وہ جاپانی حملہ آوروں کو اپنے ملک سے نکال باہر کرنے کے لئے فیصلہ کن لڑائیاں لڑ سکیں۔

ہندوستان اور چین کے مسائل

اس لئے اگر ان فوجوں اور ہتھیاروں کو جاپان کے خلاف معقول طریقے سے استعمال کرنا ہے جو یورپ سے ہٹلر کی شکست کے بعد مشرق میں منتقل ہوں گے تو یہ ضروری ہے کہ:

(۱) ہندوستان کے سیاسی جمود کا حل نکالا جائے
(۲) چین میں کمیونسٹوں اور کومنتانگ کے جھگڑے کا فیصلہ ہو۔

اس مسئلہ کو حل کرنے میں مسٹر چرچل اور روزولٹ کو سب سے زیادہ مشکل پیش آئی۔

اگر ہندوستان کو جاپان کے خلاف جنگ کا مرکز بنانا ہے جہاں سے چین کو سامان جنگ بھیجا جائے گا تو ہندوستان میں فوراً قومی حکومت کا قیام ضروری ہے۔ ہندوستان کی موجودہ حالت کو اس قابل بنانے کے لئے کہ وہ جنگی مہم کا بوجھ اٹھا سکے ایک ایسی حکومت کا قیام ناگزیر ہے جس کو عوام کی ہر جماعت کا تعاون اور حمایت حاصل ہو۔

اسی طرح چین تک صرف سامان جنگ کا پہونچا دینا کافی نہ ہو گا۔ اس سامان جنگ کو موثر طریقے سے استعمال کرنے کے لئے وہاں کی قومی جماعت کومنتانگ اور کمیونسٹ پارٹی کے اختلافات کا دور ہونا ضروری ہے۔ کومنتانگ کی فوجوں کے کئی ڈویژن بجائے جاپان سے لڑنے کے شمالی چین کے کمیونسٹ علاقوں پر متعین ہیں۔ سارے چین کو جاپان کے خلاف منظم کرنے کے لئے کمیونسٹ کومنتانگ اتحاد ضروری ہے۔ اس کے بغیر چین آزاد نہیں ہو سکتا۔

چین میں اتحاد کی کوششیں

گذشتہ چند ماہ میں امریکی حکومت نے چین سے اس تعطل کو ختم کرنے کے لئے پیش قدمی کی ہے۔ مسٹر ولیس چونگکنگ میں صدر روزولٹ کے ذاتی نمائندے بن کر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد کچھ اور اہم واقعات رونما ہوئے۔ امریکی اخبار نویسوں کو بیرونی نامہ نگاروں کو ینان جانے کی اجازت مل گئی۔ اس کے بعد عوامی سیاسی کونسل (جس کی حیثیت وقتی پارلیمنٹ کی سی ہے) کے اجلاس نے یہ طے کیا کہ کمیونسٹوں سے گفت و شنید جاری کی جائے چنانچہ سمجھوتہ کی بات چیت ہو رہی ہے۔

صدر روزولٹ ہندوستان کے قضیہ کو طے کرانے میں جو دلچسپی لے رہے ہیں وہ جانسن اور فلپس کی آمد سے ظاہر ہے۔ مارشل چیانگ کائی شک نے بھی ہندوستان کے حق میں بڑی پرزور آواز بلند کی۔ موصوف کا وہ خط جو انہوں نے صدر روزولٹ کو لکھا تھا وہ جرائد میں شائع ہو چکا ہے۔ مگر مسٹر چرچل ہندوستان کے مسئلہ کو اس نگاہ سے نہیں دیکھتے ہیں جس نگاہ سے روزولٹ اور مارشل چیانگ کائی شک دیکھ رہے ہیں۔

چرچل اور روزولٹ کا نقطہ نظر

کیوبک کانفرنس میں چرچل اور روزولٹ کا زاویہ نگاہ ایک نہیں تھا۔ بحرالکاہل کی جنگ کے لئے چرچل کے ذہن میں ایک حکمت عملی تھی اور روزولٹ کے ذہن میں دوسری۔ اس کی وجہ سے دونوں کسی متحدہ نتیجہ پر نہیں پہونچ سکے۔

ایک حکمت عملی تو یہ ہے کہ اتحادیوں کی سمندری اور ہوائی طاقت پر بھروسہ کیا جائے جو جاپان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جاپان کے بیرونی دفاعات پر یکے بعد دیگرے جزیرہ بہ جزیرہ قبضہ کیا جائے یہاں تک کہ اتحادی فوجیں چین کے ساحل اور جاپان تک پہونچ جائیں۔ اس حکمت عملی کے مطابق برطانوی سمندری اور ہوائی طاقت جس کا مرکز لنکا ہو گا برما اور سنگاپور کو یوں ہی چھوڑ کر بحرالکاہل میں اتحادیوں سے جا ملے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان اور چین کے مسائل کو حل کئے بغیر لڑائی لڑی جائے۔ یہ دراصل سامراجی منصوبہ ہے جو جنگ میں چینی اور ہندوستانی عوام کا تعاون نہیں چاہتا اور سمجھتا ہے کہ جنگ فوجی طاقت سے جیتی جائے گی۔

دوسری حکمت عملی یہ ہے کہ جاپان کے خلاف اصل لڑائی چین کی سرزمین پر لڑی جائے۔ دشمن پر سمندر اور خشکی دونوں طرف سے حملہ کیا جائے۔ یہ اتحادیوں کے تمام جنگی وسائل کو استعمال کرنے کا بہترین طریقہ ہے اور اس سے جاپان کو جلد از جلد شکست ہو سکتی ہے لیکن اس کے لئے ہندوستان اور چین کے مسائل کا حل ضروری ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ کیوبک میں دونوں لیڈر کسی متفقہ نتیجہ پر نہیں پہونچ سکے۔ یہ ان کے مشترکہ بیان کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہاں کوئی ایسی حکمت عملی نہیں بن سکی جس سے امریکہ اور برطانیہ مشترکہ طور سے جاپان کے خلاف اپنی پوری طاقت کو استعمال کر سکیں۔

اسلامی ممالک کا مستقبل

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

وفاق عرب

وفاق عرب کی تحریک ایک فطری اور لازمی تحریک ہے۔ ظاہر ہے کہ عرب اقوام کا وفاق ان کی انفرادی اور اجتماعی قوت کو بڑھائے گا۔ لیکن اس وفاق کی کامیابی کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس میں شامل ہونے والی تمام قومیں پوری طرح آزاد ہوں اور ان میں جمہوری نظام ہو۔ جب تک نہیں ہوگا اس وقت تک خطرہ رہے گا کہ بیرونی سامراج یا اندرونی جاگیری سرمایہ دارانہ یا دوسرے مطلق العنان عناصر (مثلاً سلطان ابن سعود) وفاق کے نظام کو عرب عوام کے مفاد کے لئے نہیں بلکہ ان کے خلاف استعمال کریں۔ تاہم یہ خیال کرنے کی وجہ نہیں کہ وفاق عرب سامراجی سازشوں کا نتیجہ ہے۔ عرب ممالک کے عوام بیدار ہو رہے ہیں ان میں سیاسی شعور اور تنظیم بڑھ رہی ہے اس تحریک کے پیش پیش جو ملک ہیں یعنی مصر شام اور لبنان ان میں جمہوری سامراج دشمن تحریک کافی مضبوط ہے۔ اس لئے زیادہ امکان اس کا ہی ہے کہ وفاق عرب اگر اس کی تکمیل ہوتی ہے تو وہ عربوں کی آزادی کو برقرار رکھنے اور ان کی معاشی اور تہذیبی ترقی کا وسیلہ ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ امریکی سرمایہ داری ایک طرف یہودیوں کو ابھار کر دوسری طرف سلطان ابن سعود سے ساتھ پٹرول حاصل کرنے کے متعلق سمجھوتہ کر کے عرب ممالک میں اپنے قدم گڑانا چاہتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں برطانیہ کے سرمایہ دار عربوں کو ابھار رہے ہیں تاکہ ان کی مدد حاصل کر کے وہ امریکہ کو ان ممالک میں گھسنے نہ دیں۔ اور نیز شام و لبنان سے فرانس کے تمام اثرات کو مٹا دیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکی اور برطانوی سامراج اس قسم کے منصوبے رکھتے ہیں۔ لیکن سامراجی منصوبوں کا واقعہ میں بدل جانا ضروری نہیں اگر عرب ممالک کے عوام متحد نہ رہ سکے اور ان میں جمہوری تحریک کمزور رہی تب تو یہ ممکن ہے کہ سامراجی سازشیں کامیاب ہو جائیں لیکن اگر وہ ہر ایک ملک میں اندرونی طور پر متحد ہو گئے اور اگر انہوں نے آپس میں بھی اتحاد قائم کر لیا تو سامراجی منصوبوں کی شکست لازمی ہے۔ زیادہ امکان یہی ہے کہ یہ منصوبے کامیاب نہ ہوں گے اور جمہوریت کی فتح ہوگی۔ فلسطین، شام، عراق، لبنان، مصر اور شمالی افریقہ میں عربوں میں غیر معمولی بیداری کے آثار پائے جاتے ہیں۔ گذشتہ پچیس سال کی آزادی کی جدوجہد نے انہیں پہلے سے بہت مضبوط کر دیا ہے۔ یورپ کی جمہوری تحریک، فرانس برطانیہ اور امریکہ کے جمہوریت پسند عوام سرخ فوج اور سوویت یونین یہ سب ان کی حمایت کرنے کو تیار ہیں۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عرب ممالک کی مکمل آزادی اب بہت قریب آگئی ہے۔

شاندار مستقبل

جہاں تک ایران کا تعلق ہے اس کی آزادی قائم ہے اور قائم رہے گی۔ ترکی کے متعلق یہ سوچنا کہ سوویت اس کی آزادی کا مخالف ہے قطعی بے بنیاد اور مہمل بات ہے۔ سوویت جرمن جنگ کے ابتدائی دور میں ترکی کا جھکاؤ جرمنی کی طرف ہونے سے سوویت اور ترکی کے تعلقات خراب ہو گئے تھے لیکن ترکی اور جرمنی سے قطع تعلق کے بعد یہ تعلقات بہتر ہو گئے ہیں۔ ترکی کے سیاست داں جانتے ہیں کہ شروع میں سوویت ہی کی مدد سے ترکی نے آزادی حاصل کی اور یہ کہ بلقان کے ملکوں میں فاشزم کی شکست کے بعد جو جمہوری حکومتیں قائم ہو رہی ہیں وہ فاشسٹ دوست حکومتوں سے بہتر ہے تو پھر سوویت اور ترکی میں لڑائی تو درکنار امکان اس کا ہے کہ تعلقات دن بدن بہتر ہوتے جائیں گے۔

ایک اور صورت ایسی پیدا ہو گئی ہے جو مسلم قوموں کی تحریک آزادی کے موافق ہے وہ وسطی ایشیا کی سوویت مسلم جمہوریتوں (ازبکستان تاجکستان وغیرہ) کی سیاسی معاشرتی اور معاشی قوت میں غیر معمولی اضافہ ہے۔ جنگ کے دوران میں ان ملکوں میں بہت ترقی ہوئی ہے اور وہ بہت مضبوط ہو گئے ہیں اب وہ اپنے ہمسایہ اسلامی ممالک سے تعلقات بڑھائیں گے اور ہر طرح ان کی مدد کریں گے۔

یہ ہے وہ اصلی کیفیت جو اس فاشسٹ دشمن عوامی جنگ کے خاتمے کے قریب پیدا ہو گئی ہے۔ جب یہ جنگ ختم ہوگی سارے یورپ میں عوام کی قومی حکومتیں قائم ہوں گی جمہوریت کی لہر ایشیا میں بھی اونچی ہوگی۔ جاپانی استعمار کا بھی آفتاب ڈوبے گا تو اس کے بعد وہ بے حد و بے حساب عوامی قوت جو ہر جگہ ابھرے گی ہر ایک محکوم قوم کو آزاد ہو جانے کا موقع بہم کرے گی اسلامی ممالک بھی اس سے مستفید ہو کر آزاد ہوں گے اور مسلمان قوموں کی آزادی اسلامی تہذیب و تمدن کے احیاء و تعمیر کا ایک نیا اور شاندار دور شروع کرے گی۔

ہندوستان اور متحدہ اقوام

روس اور امریکہ کی جانب سے برطانیہ پر دباؤ

لندن ۲۵ ستمبر۔ یونائیٹڈ پریس آف انڈیا کو معلوم ہوا ہے کہ مونٹریال میں جہاں حال میں جلسے ہو رہے تھے امریکہ اور روس کے دباؤ نے برطانوی وفد کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ ہندوستان کے متحدہ اقوام کے ایک رکن ہونے کے جائز مطالبہ کو قبول کرے۔

جب یو۔ این۔ آر۔ آر۔ اے (متحدہ اقوام کی بحالی نظم و نسق و تنظیم جدید کی انجمن) قائم کی گئی تو یہ قرار پایا تھا کہ یہ انجمن ان ممالک کی دستگیری کرے گی جو قحط اور معاشی بربادی سے دوچار ہوں گے۔ اس انجمن کے کئی مرتبہ جلسے ہوئے اور ہر مرتبہ ہندوستان کو نظر انداز کیا گیا حالانکہ قحط ہندوستان میں تباہی پھیلا رہا تھا۔

اخبار "ڈیلی ورکر" نے اپنی اشاعت وغیرہ میں لکھا ہے "اقوام متحدہ کی انجمن بحالی نظم و نسق و تنظیم جدید کے گذشتہ اجلاسوں میں ہندوستان کو شامل کرنے پر برطانوی وفد نے کبھی اعتراض کیا اس کی کوئی صراحت نہیں کی گئی۔ یہ کہنا قطعی درست ہے کہ حالات جنگ ہندوستان کے حالیہ قحط کا باعث ہوئے ... سے بجز ان چند ممالک کے جن کو دشمن نے ... حقیقت یہ ہے کیا باقی تمام ممالک سے کہیں زیادہ مصائب برداشت ...

خان بہادر کھوڑو گرفتار کر لئے گئے

کراچی ۲۶ ستمبر۔ خان بہادر ایم کھوڑو وزیر مال سندھ کو جنہوں نے آج صبح اپنے عہدے سے استعفاء دیا ہے انسپکٹر جنرل پولیس سندھ نے گرفتار کر لیا۔

بعد کی خبر: یونائیٹڈ پریس کے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ابھی تک گرفتاری عمل میں نہیں آئی ہے۔ پولیس افسران کے مکان سے تحقیقات کے لئے گئی۔ جس سے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ نظر بند کر لیا گیا۔ البتہ ان سے یہ کہا گیا کہ وہ کراچی سے باہر نہ جائیں۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

آندھرا کانفرنس کے جدید دستور پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر نرسنگ راؤ تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ بہت اہم سوال ہے کہ آخر ہمارے ان اداروں کی کیا ضرورت ہے جبکہ ان اداروں میں خود انواع و اقسام کی بدعنوانیوں اور بداعمالیوں کے سرزد ہونے کی کافی گنجائش موجود ہو؟ ہم اور ہمارے یہ ادارے موجودہ نظم و نسق حکومت پر ایک بہت بھاری الزام دھرتے ہیں کہ بہ کثرت بدعنوانیاں اور بداعمالیاں سرزد ہوتی ہیں۔ لیکن جہاں ہم خود ان بداعمالیوں اور بدعنوانیوں کے مرتکب ہوں وہاں ہم نظم و نسق حکومت میں کیا اصلاح کرا سکتے ہیں۔ یہ تو اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ ہم عام لوگوں کی اخلاقی حالت کو بہتر بنائیں۔ نظم و نسق حکومت تو ملک کے عام لوگوں کا ایک عکس ہوتا ہے اور ملک کے عام لوگوں کی اخلاقی حالت کو اونچا کئے بغیر ہم نظم و نسق حکومت کو بہتر بنانے کی کوئی توقع نہیں کر سکتے۔"

گزشتہ ہفتہ دسہرہ کا جلوس بڑی شان و شوکت سے نکلا۔ تلواریں اپنے صحیح مقام یعنے میان میں تھیں لیکن آلات موسیقی سے بہت اچھی طرح کام لیا جا رہا تھا۔ خواتین اور اطفال اس منظر سے بہت لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بہر فرد اور عقیدوں کے فلمی گیت گائے جا رہے تھے۔ آریہ سماجی اصحاب کی زبان سے ہم یہ گانا سن کر بہت متاثر ہوئے "اب میرے سانورے سے کرشن کنہیا"۔ برادران ہنود کو یہ عید مبارک ہو کہ آریہ سماجیوں نے اس روز سری کرشن جی کا نام تو لیا۔ اس جلوس کی اہم خصوصیت یعنی "نرک دھام" اور "پاپی" کو تال اور سرگ یعنی اس دنیا اور اس دنیا کی کافی ہیبت ناک جھلکیاں دکھائی جا رہی تھیں۔ ایک صاحب ایک گھوڑے پر سوار ہو کر جلوس کی سرکردگی فرما رہے تھے۔ اچھا ہوتا کہ انہیں گھوڑے پر بیٹھنے کا پہلے ہی سے ریہرسل کرا دیا جاتا۔ جب یہ جلوس کسی مسجد یا مندر کے قریب پہونچتا تھا تو شرکائے جلوس عقیدت و احترام کے جذبہ کے تحت اپنے شش اور حلق پر زیادہ بار ڈالتے تھے۔ جلوس کے منتظم اور اس کی کامیابی کو دیکھ کر ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی ترتیب میں کافی سوچ بچار صرف کیا گیا۔ بہر حال ہم آریہ پرتی ندھی سبھا کو مبارکباد دیتے ہیں۔

اسوسی ایٹڈ پریس کی اطلاع ہے کہ:-

"مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ غیر سرکاری ارکان کی ایک مختصر کمیٹی دورہ کر کے رشوت ستانی کے انسداد کی تجاویز پیش کرے۔"

جنگلات، کروڑگیری، اور کوتوالی کے بعض ایسے عمال سے ہم واقف ہیں جن کے خانگی اخراجات ان کی تنخواہ سے چار گنا زیادہ ہیں۔ کمیٹی کو یہ سفارش کرنی چاہئے کہ ایسے افراد کو بغیر تحقیقات کے برطرف کر دیا جائے۔

آندھرا کانفرنس کی مجلس عاملہ نے کامریڈ نارائن ریڈی کی صدارت میں ایک قرارداد یہ منظور کی ہے کہ:-

"ریاست کے بعض طلبہ کے اداروں کی کارروائیوں میں حصہ لینے والوں پر جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں وہ اٹھالی جائیں۔"

اگر طلبہ پر پابندیاں عائد رہیں تو کامریڈ نارائن ریڈی کی تحریک کیسے چلے گی؟

جمعیت المشائخ حیدرآباد کی سالانہ کانفرنس اس سال اورنگ آباد میں ہونے والی ہے۔ (ایک خبر)

اس جمعیت کو سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں البتہ سیاسی لیڈروں کو اس سے ضرور تعلق ہے اگر سیاسی لیڈر خود اس جمعیت میں آکر تقریریں کریں یا پیامات روانہ کریں یا اس کو اپنا آلہ کار بنائیں تو اس میں شریک شدہ مشائخین کا کیا قصور ہے؟

اگر ہندوستان کی آبادی میں بڑھتے ہوئے اضافہ کو روکا نہ جائے تو معاشی منصوبہ بندی ہندوستان کے لئے کافی غذا فراہم کرنے اور اس کی خوشحالی میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ثابت نہیں ہو سکتی۔ (ایک مضمون نگار)

ایک اور خبر ملاحظہ ہو۔

سوویٹ روس نے اضافہ آبادی کی ایک مہم جاری کی ہے۔ گزشتہ جولائی میں ایک حکم نافذ ہوا ہے کہ جن عورتوں کو زیادہ بچے ہوں گے انہیں تمغے عطا کئے جائیں گے اور خاص الاونس دیا جائے گا۔ غیر شادی شدہ ماؤں کو بھی الاونس دیا جائے گا۔ کنوارے لڑکے اور لڑکیوں پر ایک خاص ٹیکس عائد کیا جائے گا اور اسقاط حمل کی سخت سزا دی جائے گی۔

ہندوستان اور روس کے حالات میں اس بعد المشرقین کے باوجود جو لوگ روس کی اندھی نقالی پر فخر کرتے ہیں ان پر یہ مقولہ صادق آتا ہے ؎

ہنس کی چال حماقت سے چلا جو کوا
اپنی بھی چال گیا بھول بقول حکما

معاصر "صبح دکن" نے کمیٹی ساہوکاران و بیوپاریان کی وہ قرارداد شائع کی ہے جس میں حکومت کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ کمرشیل کارپوریشن برخاست کر دے۔ معاصر موصوف نے کمیٹی کے منشا کے مطابق ایک اداریہ بھی صفحہ اول پر شائع کیا ہے۔

حکومت سے مایوس ہو کر اب غذائی مسئلہ کی بہتری کے لئے "صبح دکن" ساہوکاروں اور بیوپاریوں سے امیدیں وابستہ کر رہا ہے۔ غذائی صورت حال کے متعلق بیوپاریوں اور ساہوکاروں کے "سیٹھ پنالال جی اور راجہ "لکشمی نواس گنیریوال" کی خدمت میں ہماری یہ عرض ہے کہ

"اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست"

"پیام" نے حقیقۃً باہر کے لیڈروں سے رعایائے آصفی کی وابستگی کو ملک کے عام مفادات کے لئے نقصان رساں سمجھا ہے اور ہم برابر یہ بات دہراتے رہے ہیں کہ باہر کے لیڈر جب باہر کی ذہنیت لے کر آتے ہیں اور ممالک محروسہ کے باشندگان کی رہنمائی کرتے ہیں تو وہ دراصل رعایائے آصفی کے سیدھے سادے موقف کو اور زیادہ الجھا دیتے ہیں۔

(پیام مورخہ ۱۲ آبان)

ہمیں بالکل اتفاق ہے۔

تمام اشتراکی اپنے بلند آہنگ دعووں کے برعکس انتہائی خود غرض نظر آتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ ہندوستان کے "پریشاں روزگار آشفتہ مغز آشفتہ مو" کامریڈوں تک کوئی اشتراکی ایسا نہیں دکھائی دیتا جس کی اشتراکیت محض زبانی دعوے سے زیادہ اہمیت رکھتی ہو۔ (شاہد حسین رزاقی)

تمام اشتراکیوں کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ ہم حیدرآباد کے دو چار ایسے کامریڈوں سے واقف ہیں جو سرمایہ دار بھی ہیں اور سرمایہ داروں سے چندہ بھی وصول کرتے ہیں

"کمرشل کارپوریشن کا مقصد نفع کمانا نہیں"

محکمہ رسد کا اعلامیہ

محکمہ رسد کی جانب سے حسب ذیل اعلامیہ جاری کیا گیا ہے:-

"بعض حلقوں کی جانب سے یہ غلط فہمی پیدا کی جا رہی ہے کہ حیدرآباد کمرشل کارپوریشن ایک جرم کا مرتکب ہو رہا ہے جس میں مشتبہ افراد کے نے محکمہ رسد کو شامل ہے۔ اسی غلط فہمی کا ازالہ اس اعلامیہ کا مقصد ہے۔ حیدرآباد کمرشل کارپوریشن کا سرمایہ بالکلیہ حکومت کا فراہم کردہ ہے اور حکومت کا منشاء قطعاً نفع کمانا نہیں ہے اگر ممکن ہو تو حکومت نقصان اٹھانا بھی نہیں چاہتی۔ غذا کی فراہمی اور تقسیم کے مسئلہ میں کارپوریشن حکومت کے کارندے کی حیثیت سے کارگزار ہے۔ اپنے معاملات میں کارپوریشن کو ان قیمتوں کی پابندی کرنی پڑتی ہے جو حکومت وقتاً فوقتاً مقرر کرتی ہے بالحاظ اس امر کے کہ آیا اس عمل سے کارپوریشن کو نفع ہو یا نقصان قیمتوں کے تعین میں حکومت کو ملک کے عام غذائی حالات اور بیرون ملک کے حالات کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔

سنہ ۱۳۵۵ف کے اوائل میں جب جوار اور چاول کی قیمتوں پر نگرانی قائم ہوئی تو اس وقت کارپوریشن کے قبضہ میں ان اجناس کے ایسے وافر ذخائر موجود تھے جو گراں تر قیمتوں پر خریدے گئے تھے لیکن اس واقعہ کے باوجود کارپوریشن نے سرکار کی مقرر کی ہوئی قیمتوں پر غلہ کی نکاسی شروع کر دی اور اس امر کا کوئی خیال نہیں کیا کہ کارپوریشن کو شدید نقصان ہو رہا ہے۔

خریف اور آبی کی فصلوں کے لئے لیوی کی قیمتوں اور بازاری قیمتوں میں تقریباً ایک روپیہ فی من کا فرق تھا اور یہ فرق اخراجات فراہمی غلہ، اخراجات گودام نیز اخراجات حمل و نقل کی پابجائی کے لئے کافی ثابت ہوا۔

جب حکومت نے مرکزی مشاورتی مجلس غذا کے مشورہ کے مطابق کاشتکار کے مفاد کی خاطر اجناس کی قیمتوں میں اضافہ کیا تو حیدرآباد کمرشل کارپوریشن پر بھی ان احکام کی پابندی لازم آئی۔ اگر کارپوریشن بیع قیمتوں میں اضافہ نہ کرتا تو کارپوریشن کے غلہ کی مانگ بڑھ جاتی اور اس کے ذخائر اس سرعت کے ساتھ ختم ہو جاتے کہ بازار پر قابو رکھنا حکومت کے لئے انتہائی مشکل ہو جاتا۔ بریں ہمہ کارپوریشن نے کوشش کی کہ غلہ کی خرید و فروخت کی قیمتوں میں حتی الامکان کمی کرے مثال کے طور پر جوار اور چاول کی قیمتوں کو پیش کیا جاتا ہے جو شہر حیدرآباد میں رائج ہیں۔ اجناس کی قیمت خرید پر اخراجات حمل و نقل اور دیگر متفرق اخراجات کا اضافہ کیا جائے تو ان اجناس کی جو قیمت برآمد ہوگی ان قیمتوں سے موجودہ نرخ کم ہیں۔ یہ صرف اس لئے ممکن ہے کہ کارپوریشن نے ایک وسیع تنظیم بنائی ہے اور بڑے پیمانہ پر بیوپار کرتا ہے۔

معترضین بالعموم خریف اور آبی کی لیوی کی قیمتوں سے موجودہ نرخوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور یہ غلط نتیجہ نکالتے ہیں کہ کارپوریشن نفع اندوزی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ربیع اور تابی کی پیداوار کی کیا قیمت ادا کی گئی اور اس واقعہ کو بھی نظرانداز کیا جاتا ہے کہ کارپوریشن نے بازار سے بھی سرکار کی مقرر کردہ انتہائی قیمتوں پر غلہ خریدا ہے۔ بجز خریف کی پیلی جوار شہر میں فی روپیہ چھ سیر اور اضلاع میں فی روپیہ سات سیر کے حساب سے فروخت ہو چکی ہے۔

یہ کہنا بھی غلط ہے کہ قیمتوں میں اضافہ کا فائدہ کاشتکار کو نہیں ملا۔ ربیع اور تابی کی اضافہ شدہ قیمتوں سے کاشتکار ہی مستفید ہوا اسی طرح وہ آئندہ خریف اور آبی کی قیمتوں سے ہوگا۔

کارپوریشن پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس نے دالوں یا جو کی برآمد کے اجازت نامجات عطا کرنے کے لئے تاجروں سے ایک مقررہ فیس وصول کی۔ واقعہ یہ ہے کہ احکام سرکار کے تحت کارپوریشن ہی ان اجناس کو برآمد کرنے کا مجاز ہے۔ اگر یہ حکم نافذ کیا جاتا تو برآمدات پر نگرانی قائم کرنے میں انتظامی پیچیدگیاں پیدا ہوتیں۔ اس حکم کے باوجود کارپوریشن نے یہ نہیں چاہا کہ برآمدات کا سارا منافع خود کمائے اور تاجروں کو اس سے محروم کرے۔ اس لئے کارپوریشن نے فیصلہ کیا کہ تاجروں کو بھی اس منافع میں کچھ حصہ ملنا چاہئے۔ چنانچہ جو فیس وصول کی گئی وہ اس منافع کا ایک قلیل حصہ ہے جو تاجروں نے کارپوریشن کے عطا کردہ پرمٹ کی بنا پر حاصل کیا۔

اجناس خوردنی کے معاملات میں کارپوریشن نے کوئی نفع حاصل نہیں کیا۔ غیر غذائی اجناس کی برآمد سے جو نفع حاصل ہوا ہے وہ ان نقصانات کی پابجائی کے لئے استعمال کیا گیا۔ جو غذائی اجناس کے معاملات میں کارپوریشن کو لاحق ہوئے۔

کارپوریشن کے مالیات سے متعلق یہ شکایت بھی سنی جاتی ہے کہ اس کے اخراجات انتظام بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اخراجات انتظام اور سرمایہ کے سود کی ادائی کے لئے کارپوریشن جو خرچ عاید کرتا ہے وہ سرمایہ تین فیصد سے زائد نہیں ہے اور اس شرح کو کسی اعتبار سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا۔ تصریحات بالا سے یہ واضح ہو گیا ہوگا (۱) کارپوریشن کا مقصد نفع کمانا نہیں ہے (۲) قیمت خرید و فروخت کے تعین میں کارپوریشن احکام سرکار کا پابند ہے (۳) جن معاملات میں کارپوریشن کو نفع ہوتا ہے اس نفع سے ان نقصانات کی پابجائی کی جاتی ہے جو ہو چکے ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ (۴) اگر بالآخر کارپوریشن کے حسابات میں نفع برآمد ہو تو یہ رقم عوام کی فلاح و بہبود اور حکومت کے غذائی لائحہ عمل کی تکمیل میں صرف کی جائے گی۔

توقع کی جاتی ہے کہ وضاحت بالا ان غلط فہمیوں کو رفع کر دے گی جو کارپوریشن کے مالیات سے متعلق پھیلائی گئی ہیں۔

ریاستوں میں تشہیر کرنے والے اداروں کا کام

مسٹر سلطان احمد کی تقریر

مسٹر سلطان احمد رکن معلومات عامہ و نشریات حکومت ہند نے ہندوستانی ریاستوں کے پبلسٹی افسروں کے ایک جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے بیان کیا کہ ریاستوں کے اندر تشہیر کا بہترین کام بالراست عوام سے وہ شاہی کر سکتے ہیں یا رانی اور رعایا کے ذاتی تعلقات کے ہونے سے عوام نظم و نسق کے مشکلات کے سمجھنے پر مدد ملے گی۔ و نظم و نسق کے عملہ کو رعایا کے مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے سے واقفیت حاصل ہو جائے گی وہ اس بات کے قائل ہو چکے ہیں کہ بحیثیت مجموعی ہندوستانی والیان ریاست نہ صرف اچھے عمدہ کام انجام دے رہے ہیں بلکہ اگر ان کے کام کی مناسب تشہیر ہو جائے تو وہ ملک کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ موصوف نے ریاست ٹراونکور کا حوالہ دیا جہاں خواندگی کی سطح ۵۰ فیصد تک بڑھ گئی ہے۔ اور جس کی کافی تشہیر ہو چکی ہے۔ ایک دوسری ریاست کا حوالہ دیا۔ جس کے نام کا انکشاف موصوف نے نہیں کیا جہاں کہ … فیصد باشندوں میں تعلیم اچھی ہے لیکن مناسب اور کم از کم تشہیر نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ اعداد و شمار کے ذریعہ اس حقیقت پر زور دیتے ہوئے کہ ہندوستانی ریاستوں کی اکثر و بیشتر نشو و ترقی یافتہ ہے جہاں نظم و نسق برطانوی ہند کے نظم و نسق سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ ریاستوں کے تشہیر کرنے والے اداروں اس صورت حال کی وضاحت کر سکتے ہیں اور عام طور پر جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اس کو دور کر سکتے ہیں۔

(ا۔پ)

اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے

از

کنہیا لال کپور

ٹیگور، اقبال، کروہالا اور تمنج گل کے علاوہ اپنے وطن میں بہت سی ہستیاں اور اشیا قابل ستائش ہیں۔ مثلاً مجنوں، شاعر، عشاق۔ یہ تو وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ اپنے وطن میں مجنوں زیادہ ہیں یا شاعر۔ مگر بہرحال دونوں کافی تعداد میں ہیں۔ مجنوں اور شاعروں میں اس لئے بھی مطابقت ہے کہ دونوں شمع رو حسین ہوتے پر جھومنا شروع کرتے ہیں۔ نیز جس طرح مجنوں کی کئی قسمیں ہیں۔ اسی طرح شاعروں کی بھی کئی قسمیں ہیں (۱) شاعر جو اپنا کلام طبلہ اور سارنگی کے ساتھ گا کر سناتے ہیں۔ (۲) شاعر جو ساری عمر حکومت کے خلاف نظمیں لکھتے ہیں۔ اور آخر میں کسی سرکاری محکمے میں نوکر ہو جاتے ہیں۔ (۳) شاعر جو اپنی نظم کا گراموفون ریکارڈ اپنی آواز میں تیار کرواتے ہیں اور پھر اسے خود ہی فروخت کرتے ہیں۔ (۴) شاعر جو صرف علم عروض کے لئے لکھتے ہیں۔ (۵) شاعر جنہوں نے شاعری سکھانے کے کالج کھول رکھے ہیں۔

شعرا کے بعد اپنے وطن میں عشاق کا نمبر آتا ہے۔ عشق ہماری گھٹی میں پڑا ہے چنانچہ اپنے وطن میں ہر شخص مجنوں اور کوہکن کا نام لیوا ہی نہیں بلکہ خود مجنوں اور کوہکن ہے۔ عشاق کی صف اول میں کالجوں کے طالب علم ہیں۔ ان کا عشق والہانہ عشق کہلاتا ہے۔ ان کو ہر لڑکی اور ہر عورت سے عشق ہو جاتا ہے۔ بازار میں سے گزرتی ہوئی عورتوں سے۔ تانگہ یا موٹر میں سوار کالج کی لڑکیوں سے۔ خوبصورت ایکٹرس لڑکیوں کی تصویروں سے۔ ان کے اظہار محبت کے طریقے بھی نرالے ہیں۔ معشوق کی طرف گھور گھور کر دیکھنا۔ معشوق کے قریب سے سرک کر گزر جانا۔ اس پر آوازے کسنا۔ اس کا نام کالج کی دیواروں، تختہ سیاہ اور بنچوں پر لکھنا۔ اس پر کاغذ کے غبارے یا چاک کے ٹکڑے پھینکنا۔ طالب علموں کے بعد عشاق کا دوسرا درجہ آتا ہے جو دوکاندار طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کا عشق سوقیانہ عشق کہلاتا ہے۔ انہیں ہر خوبصورت سودا خریدنے والی سے عشق ہو جاتا ہے۔ یہ اپنے عشق کا اظہار یوں کرتے ہیں۔ جب معشوق دکان سے باہر چلا جاتا ہے۔ اس کی عدم موجودگی میں اس کے خد و خال، شوخی و شرارت کا تذکرہ چٹخارے لے لے کر دکان کے دوسرے آدمیوں یا ہمسایوں سے کیا جاتا ہے۔ عشاق کی تیسری جماعت ان لوگوں پر مشتمل ہے۔ جو پیرسال یا قریب المرگ ہیں۔ ان کا عشق صوفیانہ عشق کہلاتا ہے۔ ان کا مقولہ ہے۔ —
بیٹھے دوا بھی ساغر دینا میسر آئے۔ یہ جماعت گانا بجانا، مندروں اور جلسوں میں عورتوں کی طرف دیکھ دیکھ کر دلی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ عشاق کی آخری جماعت وہ ہے۔ جس کا عشق کافرانہ عشق کہلاتا ہے۔ اس جماعت کے افراد کو نادیدہ محبوب سے عشق ہو جاتا ہے۔ جیسے ریڈیو پر گانے والی تمام خواتین سے۔ خوبصورت برقع میں چلنے والی عورتوں سے۔ ہالی وڈ میں کام کرنے والی ایکٹرسوں سے۔ ملک کی ہر نامور ادیبہ اور شاعرہ سے۔

۲۔ اپنے وطن میں ادبا کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ انہیں کوئی شریف آدمی محلے میں مکان کرایہ پر نہیں دیتا۔ اور کوئی شخص ان کے ساتھ اپنی لڑکی کا رشتہ نہیں کرنا چاہتا۔ اور ان کی نظموں اور مضامین کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کیا جاتا۔ مگر پھر بھی ان کا کوئی احترام کیا جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بہت سے ہندوستانی ادیب ہوا پر چلتے ہیں۔ چنانچہ جتنا بڑا ادیب ہوتا ہے۔ اتنا ہی وہ افلاس زدہ ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑا ہندوستانی ادیب وہ ہے۔ جس کے مرنے کے بعد اس کے کفنانے اور دفنانے کے اخراجات میونسپل کمیٹی کو ادا کرنے پڑے ہیں۔ امریکہ اور انگلستان میں جب مصنف مرتے ہیں تو اپنے پیچھے لاکھوں پونڈ کی جائدادیں چھوڑ جاتے ہیں۔ ہندوستان میں جب کوئی مصنف مرتا ہے۔ تو وہ چھوڑ جاتا ہے۔ ٹوٹی ہوئی چارپائیاں، غلیظ بستر، چند سو اور قرضے اتنا کہ مرحوم کی سات پشتیں بھی ادا نہ کر سکیں۔

اپنے وطن میں ادبا کی شاذ ہی دریا دلی سے تعریف کی جاتی ہے۔ اگر وہ کوئی اچھی چیز لکھیں۔ تو یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہیں سے چرائی ہے۔ اور اگر چرائی نہیں۔ تو انہوں نے کسی مغربی شاہکار کا ترجمہ کر ڈالا ہے۔ اور اگر کبھی کبھار مان بھی لیا جائے۔ کہ انہوں نے واقعی اچھی چیز لکھی ہے۔ تو یہ کہا جاتا ہے کہ ابھی وہ دوسری قسم کے ادیب ہیں جنہیں ٹیگور، اقبال اور شیکسپیئر سے دور کی بھی نسبت نہیں۔ چاہے وہ کتنا زور ماریں۔ ان کی عظمت کا اعتراف چشم دبی زبان میں کیا جاتا ہے۔ اور تان اس بات پر ٹوٹتی ہے کہ ہنوز دلی دور است۔

۳۔ اپنے وطن میں تنقید کا بھی عجیب معیار ہے۔ صرف وہی کتابیں قابل قدر سمجھی جاتی ہیں۔ جن کو ہر شریف آدمی بخوشی اپنی ماں یا بہن کے ہاتھ میں دے سکتا ہے۔ یعنی جن میں کوئی اصلاح کا پہلو موجود ہے۔ ہر ایک شاعر اور افسانہ نویس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ شاعر، افسانہ نویس اور ناول نویس ہونے سے پہلے خود واعظ اور خطیب ہو۔ اس کی ہر کہانی سبق آموز اور ہر نظم نتیجہ خیز ہو۔ چنانچہ اگر وہ ناول لکھے۔ تو ضرور یہ دکھائے کہ نیک آدمی کو نیکی کی جزا اس جہاں میں ملتی ہے۔ اور بدمعاش اپنے جرم کی پاداش میں ضرور پھانسی کے تختہ پر لٹکایا جاتا ہے۔ اگر وہ افسانہ لکھتا ہے۔ تو وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ کہ ہندوستانی بیوی اپنے بدکار خاوند کی خباثت کے باوجود اس سے محبت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ اگر وہ شاعر ہے تو وہ مذہبی اصول کو اپنی نظم کا موضوع بنائے۔

۴۔ اپنے ملک کی فلمیں بھی عجیب ہیں۔ پندرہ ہزار فٹ کی کہانیوں میں نہ تسلسل نہ پلاٹ۔ ہر ایک تصویر میں وہی ہیرو وہی ہیروئن۔ ایک درجن کے قریب گانے۔ پانچ چھ ناچ۔ بوس و کنار کے بغیر گت۔ بے ربط مکالمے۔ بے معنی گیت۔ غیر حقیقی ایکٹنگ۔ واقعی یہ عجیب ملک ہے۔ جہاں ڈائرکٹر کہانی لکھنے کے علاوہ گانے اور مکالمے بھی خود لکھتا ہے۔ ہیرو کا پارٹ بھی خود ادا کرتا ہے۔ اور دو تین بار ہیروئن سے جھوٹ موٹ بیاہ رچانے کے بعد واقعی اس سے شادی کر لیتا ہے۔

۵۔ اپنے وطن میں فحش اشتہارات کی بھی فراوانی ہے۔ دیواروں پر، درختوں کے تنوں کے ساتھ، نوٹس بورڈوں پر یہ اشتہار جلی قلم میں لکھے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اگر آدھی آبادی ان اشتہارات سے بچی ہے تو وہ آسمان چلتی ہے۔ ان اشتہاروں کو پڑھ کر ایک غیر ملک کا باشندہ یہی نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ہندوستان کا بچہ بچہ جنسی امراض میں مبتلا ہے۔ معزز اخبار میں یہ اشتہار نمایاں جگہ پر شائع کئے جاتے ہیں۔ مگر ہم سب ان سے اس قدر مانوس ہو چکے ہیں کہ ہمارا بڑے سے بڑا لیڈر بھی ان کے برخلاف آواز نہیں اٹھاتا۔

۶۔ اپنے وطن میں ہر اکیلی نوجوان لڑکی یا عورت شک کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے۔ اگر وہ اکیلی سیر کو جاتی ہے تو شکار پھانسنے کے لئے جاتی ہے۔ اگر وہ اکیلی سفر کرتی ہے تو ضرور حسن فروش ہے۔ اگر وہ مہر سکوت بند ہے۔ تو اس پر مغرور اور گھمنڈی ہونے کا الزام لگانے میں حق بجانب ہیں۔ اگر وہ کسی ایسے آدمی سے بات چیت کرتی ہے۔ جو اس کا بھائی یا باپ نہیں۔ تو ضرور اس سے اظہار محبت کرتی ہے۔ اگر وہ شادی کرنا نہیں چاہتی۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تلون مزاج ہے۔ اگر وہ اندھیرے میں کہیں جا رہی ہے۔ تو ضرور اپنے عاشق کے گھر جا رہی ہے اور اگر وہ تاریکی میں کہیں سے آ رہی ہے۔ تو اپنے آشنا کے گھر سے آ رہی ہے۔ چونکہ اپنے وطن میں صدیوں سے عورت غلام ہے۔ اس لئے ہر آزاد خیال عورت پر بدچلنی کا شبہ ہوتا ہے۔

۷۔ واقعی اپنے وطن میں سب کچھ ہے ——

نفاق، جہالت، غلاظت، مذہبی جنون، جانے پہچانے مسافر خانے، ہوٹل، ریل گاڑیاں، غلاظت سے بھری ہیں۔ مگر جانے کی کیا بات ہے کہ ہم سب کچھ برداشت کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم کو مسافر خانے یا ہوٹل میں صرف ایک آدھ رات گزارنی ہے۔ اس لئے اگر وہ گندے بھی ہیں تو کیا مضائقہ ہے۔ جانے مذہبی جنون اور جہالت کی وہ حالت ہے کہ ہم چالاک مولویوں اور پنڈتوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ وہ جس طرح ہمیں نچاتے ہیں، ہم ناچتے ہیں۔ [illegible]

بلکہ ان کے اشاروں پر ناچتے ہیں تو محسوس کرتے ہیں کیونکہ مسجد کے سامنے ہندوؤں نے باجا بجایا ہے، اس لئے ہنگامہ کرتے ہیں حالانکہ ابھی ابھی انگریزی پلٹن کا بینڈ قیامت برپا کرتا ہوا مسجد کے سامنے سے گزرا تھا۔ ابھی جس وقت مولوی صاحب نہایت انہماک کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کیونکہ مسلمان نے گائے ذبح کی ہے۔ اس لئے اس کی گردن اڑا دو۔ حالانکہ ہر روز انگریزی چھاؤنیوں میں فوجیوں کے لئے ہزاروں گائیں ذبح کی جاتی ہیں۔ اپنے وطن میں مذہبی پیشوا ہمیشہ سر ہیں اور مذہب ہمیشہ خطرے میں ہوتا ہے۔ مذہب کا اپنے وطن میں بہترین استعمال کیا جاتا ہے۔ ہندو مسلم کروادیا جاتا ہے۔ مذہب کی بدولت۔ فرقہ وارانہ فساد کروائے جاتے ہیں۔ تو اسی کی بدولت۔ اور غلامی کی زنجیروں کو مضبوط بنایا جاتا ہے۔ تو وہ بھی اسی کی بدولت عجیب بات یہ ہے کہ متحدہ بار بار اٹھانے کے باوجود ہم یہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے مذہبی پیشوا اپنا تعویذ دعا کرنے کے لئے ہیں اور تو بناتے ہیں۔

۴۔ مگر کہاں تک ذکر کیا جائے کہ اپنے وطن میں کیا کیا ہے۔ اور کیا کیا نہیں۔ اپنے وطن میں سڑکیں ہیں۔ جن پر رات کو کبھی روشنی نہیں ہوتی۔ اور جن پر دن میں کبھی چھڑکاؤ نہیں ہوتا۔ ایسے جوتشی اور عامل ہیں جنہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ آج چلنے کا کون سا دن ہے مگر جو ہر وقت بتا سکتے ہیں کہ قیامت کب آنے والی ہے۔ ایسی لڑکیاں ہیں۔ جو نہیں بلند ہوکے اوپر واقع ہیں مگر جہاں سے اختیار خریدے ہیں کسی کو شہ نہیں۔ ایسے مغرب پرست انسان ہیں جو دولت اور روشنخیالی بن کے اپنی بیویوں کے ساتھ رقص کرتے ہیں۔ ایسی کم سن بیوائیں ہیں۔ جنہوں نے اپنے خاوند کا چہرہ تک نہیں دیکھا۔ ایسے سیاست دان ہیں۔ جن کے نزدیک سیاست دانی کی انتہائی چندہ کاٹنے میں ہے۔

.... اینگلو انڈین مصنفوں کی نظر میں ہندوستان مہاراجوں۔ ہاتھیوں اور سپیروں کا ملک ہے۔ حالانکہ اچھی طرح دیکھا جائے۔ تو یہ لفنگوں، غداروں اور کنگالوں کا وطن ہے۔

اپنے وطن میں محبت گناہ ہے۔ اور عشق جرم۔

مذہب پر جائز اعتراض کرنا کفر ہے اور پرانی روش کو چھوڑنا غداری۔ .... صرف ایک چیز اپنے وطن میں نہیں۔ اور وہ ہے خوبصورت عورتیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہمارے راجوں۔ نوابوں اور شعرا کو خوبصورت عورتیں لانے کے لئے پیرس اور لندن جانا پڑتا ہے۔ اس چیز کے علاوہ اپنے وطن میں سب کچھ ہے ابوالاثر بجا فرماتے ہیں

اپنے وطن والے ذات نیارے
باغ اور آتش ہیں یہاں اور ستارے
اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے

اِعلان

محکمہ صدر ناظم و معتمد کار برائے صیغہ رسد

نشان (۳۲۲) مورخہ ۱۰ مہر ۱۳۵۳ف

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ ۱۱ دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی بابت ۱۳۵۳ ف مجھے حاصل ہیں میں اسلحہ اور سامان متعلقہ اسلحہ کے تمام تھوک اور چلر تاجروں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ بہ پابندی شرائط ذیل قیمتوں کی ایک فہرست اپنی دوکان کے کسی نمایاں مقام پر آویزاں کریں جس میں چلر فروشی کی ان قیمتوں کو جن کا تعین صدر اعظم بہادر باب حکومت نے ذریعہ اعلان محکمہ رسد نشان (۵۷) مورخہ ۴ تیر ۱۳۵۳ف کیا ہے صاف اور واضح طور پر بتلایا جائے گا۔

۱۔ قیمتیں واضح خط میں بلدہ حیدرآباد مستقر اورنگ آباد اور مستقر جالنہ میں بزبان اردو و انگریزی اور دیگر مقامات پر اردو اور مقامی زبان ملکی میں لکھی جائیں گی۔

۲۔ قیمتیں کی فہرست ہر اس خریدار کو بتائی جائیں گی جو صحیح قیمت فروخت کے بارے میں استفسار کرے۔

۳۔ بیرون ہند ممالک سے راست درآمد کرنے والے تاجروں پر لازم ہوگا کہ چلر تاجروں کو جن کے اسٹاک کا دارومدار ان پر ہو کم از کم بیس فیصد ڈسکونٹ دیں۔ فقط۔

دستخط

منجانب صدر ناظم و معتمد رسد

صنعتی و سائنٹفک تحقیقاتی مجلس

حیدرآباد میں صنعتی و سائنٹفک تحقیقات کو فروغ دینے کا منصوبہ

تحقیقاتی اداروں کے درمیان ربط و ہم آہنگی پیدا کرنے کی غرض سے صنعتی و سائنٹفک تحقیقات کے مرکزی تجربہ خانہ اور اس کے انتظامات کے لئے ایک مجلس کا قیام نیز ڈاکٹر مظفر الدین صاحب قریشی کی بحیثیت ناظم تجربہ خانہ تقرر کی نسبت منظوری فرمان مبارک مؤرخہ ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ شرف اصدار پاچکا ہے مرکزی تجربہ خانہ اور جامعہ عثمانیہ کے تحقیقاتی کاموں میں قریبی ربط رکھا جائے گا جن امور ذیلیات سے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے حال ہی میں جو تجربہ خانے قائم ہوئے ہیں وہ صنعتی تجربہ خانے کے مرکزی تجربہ خانہ میں ضم ہو جائیں گے۔ مرکزی تجربہ خانے میں صنعتوں کی ترقی خام پیداوار استعمال۔ زراعتی جنس ہوائی پیداوار اور ادویہ سازی سے متعلق تحقیقات کے بہتر نتیجے نکلیں گے۔ اس مرکزی تجربہ خانہ کا نظم و نسق مجلس انتظام کے تفویض ہوگا جو موجودہ سائنٹفک اور صنعتی بورڈ کے انتظامات کی بھی ذمہ دار ہوگی۔ مرکزی تجربہ خانہ کی نظامت ڈاکٹر مظفر الدین قریشی صاحب تجربہ خانہ کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ عمارات کی تکمیل تک جامعہ عثمانیہ کی عمارات ہی میں انتظامات کئے جائیں گے۔

گاندھی جناح ملاقات کی ناکامی

بمبئی ۲۷ ستمبر۔ گاندھی جناح بات چیت جس کا آغاز ۹ ستمبر کو بمبئی میں ہوا اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ بات چیت جو آج سات بجے کے قریب ختم ہوئی۔ اس کے اختتام پر قائد اعظم نے حسب ذیل بیان دیا۔

ہماری بات چیت کی ابتداء ہی سے گاندھی جی نے اس امر کی وضاحت کر دی تھی کہ وہ انفرادی حیثیت سے مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہیں اور یہ کہ وہ سوائے اپنے خود کے کسی اور کی نمائندگی نہیں کر رہے تھے تاہم انھوں نے مجھے یہ یقین دلایا کہ مسلم لیگ کی اپریل ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور کے بارے میں انھوں نے اپنا پہلا خیال نہیں بدلا ہے باوجودیکہ میں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ گفتگو و مفاہمت کو طے کرنے اور کسی سمجھوتے پر پہنچنے کے لئے بات چیت اسی صورت میں جاری رکھی جا سکتی ہے جبکہ فریق ثانی کی طرف سے بھی پوری پوری نمائندگی کی گئی ہو اور اسے مقتدر کروایا گیا ہو۔

گاندھی جی کی خواہش کو نبھا کر کے میں نے ان سے قرارداد لاہور کے اساسی نقاط کے بارے میں انہیں وضاحت کرتے ہوئے سمجھانے کی کوشش پر رضامندی کا اظہار کیا اور پھر ان کے روبرو لکھ کر یہ بھی مسلم نقطہ نظر کے پہلو کو اس طویل بات چیت اور مراسلت کے دوران میں ان کے سامنے پیش کر دیا۔ جس سے ہر پہلو کے جواز اور عدم جواز کی تفصیلی چھان بین کی گئی مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ اس لئے ہم نے یہ تصفیہ کیا کہ ہماری مراسلات کو شائع کر دیا جائے تاہم ہم کو یہ توقع ہے کہ عوام اس سے کسی نتیجہ پر [illegible] ہوں گے اور ہمیں یہ اعتماد ہے کہ یہ ہماری کوششوں کا خاتمہ نہیں ہے۔

قائد اعظم کا پہلا مکتوب

۱۰ ستمبر کو قائد اعظم نے گاندھی جی کے نام ایک خط بھیجا جس میں انھوں نے اس بات کا حوالہ دیا کہ ہندو مسلم سمجھوتہ کے لئے گاندھی جی کانگریس یا ہندوؤں کے نمائندہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ شخصی حیثیت سے بات چیت کر رہے ہیں اس کی وجہ سے مشکلات درپیش ہیں انھوں نے قائد اعظم مسلم لیگ کی قرارداد لاہور کے بارے میں گاندھی جی کو اس کے بنیادی اصول کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن گاندھی جی نے صرف اس پر غور کرنے سے انکار کر دیا بلکہ قرارداد کی اساس سے اپنی مخالفت پر زور دیا اور اس پر اصرار کیا۔ گاندھی جی نے یہ بھی بتایا کہ ان کے اور قائد اعظم کے درمیان اس بارے میں ایک مستقل خلیج ہے جب ان سے کسی متبادل صورت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے راجہ جی کے فارمولا کو پیش کیا۔

راجہ جی کے فارمولا پر بحث

فارمولا پر بحث و مباحثہ کے بعد قائد اعظم نے کئی نقاط کی وضاحت چاہی جن میں حسب ذیل نقاط شامل ہیں۔

(۱) دونوں کے مابین کوئی سمجھوتہ طے ہو جانے کی صورت میں گاندھی جی کس حیثیت سے ایک راضی نامہ کرنے والی جماعت متصور ہوں گے

(۲) راجہ جی کے فارمولا میں آزاد ہندوستان کے جس دستور کا ذکر کیا گیا ہے اس کی تشکیل کون کرے گا؟ اور یہ کب وجود میں آئے گا؟

(۳) مسلم لیگ ہندوستان کے مطالبہ آزادی کی پوری تائید کرتی ہے۔ اس اصطلاح کا کیا منشا ہے؟

(۴) عارضی حکومت کے قیام کے سلسلے میں بنیادی طریقہ کار کیا رہے گا جس پر کہ یہ مجوزہ حکومت درمیانی زمانہ کے لئے برسر عمل رہے گی؟

(۵) حدود بندی کرنے کے لئے جو کمیشن ہوگا اس کا تقرر کون کرے گا اور اس کی تجاویز کو کون روبہ عمل لائے گا۔

(۶) دفاع، تجارت، مواصلات اور رسل و رسائل کے تحفظ سے کیا مراد ہے؟

(۷) برطانیہ کس کے ہاتھوں اپنے اختیار کو منتقل کرے گا اس کی مشترکہ ادارہ تجویز کیا ہوگی۔ اور یہ منتقلی کب عمل میں آئے گی؟

گاندھی جی کا انکار

گاندھی جی نے اپنے جواب کے دوران میں قائد اعظم کے ساتھ گفتگو سے مفاہمت کے لئے اپنی کسی بھی نمائندہ حیثیت سے انکار کیا اور انھوں نے کہا کہ ان کے اور قائد اعظم کے مابین جو بھی مفاہمت ہو اس سلسلے میں وہ کانگریس میں اپنے پورے اثر و رسوخ کو استعمال کریں گے۔ راجہ جی کا فارمولا ان کے قبول کرنے کے لئے بنایا گیا اور بعد کو مسلم لیگ کے آگے پیش کرنے کی خواہش کی گئی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انھوں نے (گاندھی جی) یہ کہا تھا کہ قائد اعظم کے نقطۂ نظر کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے درمیان ایک بڑا مسئلہ حائل ہے لیکن لیگ کی قرارداد لاہور کا کوئی حوالہ نہیں تھا۔ قرارداد لاہور مبہم تھی۔ راجہ جی نے اس کا ملخص حاصل کیا اور اس کو ایک صورت دیدی۔

قائد اعظم کے پیش کردہ نقاط کا جواب

گاندھی جی نے آگے چل کر قائد اعظم کے پیش کردہ نقاط کا حسب ذیل جواب دیا۔

دستور کی تشکیل عارضی حکومت کے ذریعہ عمل میں آئے گی عارضی حکومت کی فارمولا میں وضاحت کی گئی ہے یا اس اقتدار کے ذریعہ عمل میں آئے گی جو برطانوی اقتدار کی دست برداری کے بعد قائم ہوگا۔

آزادیٔ ہند کا مجوزہ مطالبہ بہ حیثیت مجموعی پورے ہندوستان کی طرف سے کیا جائے گا۔ عارضی حکومت کے قیام کی اساس کے لئے لیگ اور کانگریس کے مابین سمجھوتہ کر لینا ہوگا۔ کمیشن کا تقرر عارضی حکومت کے ذریعہ ہوگا۔

مطلق اکثریت سے مراد غیر مسلموں کے مقابلہ میں ایک نمایاں اکثریت ہوگی جیسے کہ سندھ بلوچستان اور صوبہ سرحد میں ہے استصواب عامہ اور بالغ رائے دہی کا

عوام کے لئے خوشخبری اور تاجروں کو انتباہ

حکومت سرکار عالی نے بصیغہ رسد اکثر ضروریات زندگی کی انتہائی قیمت فروخت کر دی ہے جس سے زیادہ دام پر مال فروخت کرنا قانوناً جرم ہے۔

بہت ساری چیزیں اب بھی ایسی باقی رہ گئی ہیں جن کی انتہائی قیمت فروخت مقرر نہیں ہوئی۔ لیکن دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی بابت ۱۳۵۳ف میں بتلا دیا گیا ہے کہ تاجر کے لئے کتنا نفع حاصل کرنا جائز سمجھا جائے گا۔

پس ایسے اشیاء کے تاجر بھی جن کی انتہائی قیمتوں کا اعلان نہیں ہوا ہے متنبہ اس کہ وہ دستور العمل مذکور کی دفعہ (۶) کے تحت ماخوذ ہو سکتے ہیں۔

عوام کو چاہئے کہ وہ دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی سے پورا فائدہ اٹھائیں۔

طریقہ کار زیر بحث ہوگا تمام جماعتوں سے مراد وہ تمام جماعتیں ہوں گی جن کے مفادات وابستہ ہوں گے باہمی سمجھوتے سے مراد معاہدہ کرنے والے فریقین کے مابین سمجھوتہ مقصود ہوگا دفاع وغیرہ کے تحفظ سے مراد (گاندھی جی کے لئے) ایک مرکزی یا متحدہ ادارہ ذات کنٹرول ہوگا۔ تحفظ سے مراد ان لوگوں سے تحفظ ہوگا جن کی وجہ سے مشترکہ مفادات خطرے میں پڑ جائیں۔ قوم کے ہاتھوں اقتدار کی منتقلی عمل میں آئے گی۔ قوم سے مراد عارضی حکومت ہوگی۔ فارمولا میں عارضی حکومت سے پر امن طریقے پر اقتدار کی منتقلی کے لئے تجویز کی گئی ہے جہاں ان کا (گاندھی جی) تعلق ہے وہ اقتدار کی جلد سے جلد منتقلی چاہتے ہیں۔

(ایسوسی ایٹڈ پریس)

اعلان

محکمہ صدر ناظم ومعتمد سرکار عالی صیغہ رسد

نشان (۱۴۷) مورخہ ۱۹ مہر ۱۳۵۳ ف

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ ۳ دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی بابتہ ۱۳۵۳ ف مجھے حاصل ہیں میں بوٹ پالش کے تمام تھوک اور چلر تاجروں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ بہ پابندی شرائط ذیل قیمتوں کی فہرست اپنی دوکان کے کسی نمایاں مقام پر آویزاں کریں جس میں چلر فروشی کی ان قیمتوں کو جن کا تعین صدر اعظم بہادر با جلاس باب حکومت نے ذریعہ اعلان محکمہ رسد نشان (۱۲۶) مورخہ ۲۶ شہریور ۱۳۵۳ ف کیا ہے صاف اور صریح طور پر بتایا جائے گا۔

۱۔ قیمتیں واضح خط میں بلدہ حیدرآباد و مستقر اورنگ آباد و مستقر جالنہ میں بزبان اردو اور انگریزی اور دیگر مقامات پر اردو اور مقامی زبان ملکی میں لکھی جائیں گی۔

۲۔ قیمتوں کی فہرست ہر اس خریدار کو بتلائی جائے گی جو صحیح قیمت فروخت کے متعلق استفسار کرے۔ فقط

دستخط

منجانب صدر ناظم ومعتمد رسد

گفتگوئے مفاہمت کیوں ناکام رہی

بمبئی ۲۰ ستمبر۔ قائد اعظم اور گاندھی جی کی گفتگو جو انتہائی پردہ راز میں رکھی گئی ہے۔ وہ اب ستمبر ۲۷ کے بعد آہستہ آہستہ افشا ہوتی جا رہی ہے۔ آج اورینٹ پریس اس انکشاف کے قابل ہے کہ گفتگوئے مفاہمت طویل مباحث میں کن کن منازل اور کن کن پہلوؤں سے گذری اور آخر قائد اعظم نے گاندھی جی کے سامنے لاہور کا رزولیوشن پیش کیا اور گاندھی جی سے اس امر کی درخواست کی کہ وہ اس کو قبول کرلیں اور اس کی قبولیت کے معنی یہ تھے کہ فوراً مفاہمت ہو جاتی۔ لیکن باور کیا جاتا ہے کہ گاندھی جی نے ان الجھنوں اور پیچیدگیوں کو پیش کیا جو کہ اس رزولیوشن کی موجودہ شکل میں حائل ہوتی ہیں اور بالاخر چند ملاقاتوں کی وضاحت کے بعد گاندھی جی نے اپنا یہ قطعی فیصلہ سنا دیا کہ وہ رزولیوشن کو قبول نہیں کر سکتے جب قائد اعظم نے اس کے بجائے مفاہمت کے لئے کسی متبادل تجویز کو پیش کرنے کے لئے کہا تو گاندھی جی نے راجہ جی کی تجاویز کو اپنی جانب سے پیش کیا لیکن یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قائد اعظم نے ان کی تجاویز کو مسلموں کے بحث مباحثہ کے بعد اس لئے رد کر دیا کہ ان تجاویز میں لاہور کے رزولیوشن کو اس بری طرح مسخ کر دیا گیا تھا کہ اس کی اصلاح تلافی ممکن نہ تھی علاوہ اس کے سوا از خود راجہ جی نے اس رزولیوشن پر اپنی تجاویز میں ایسی شکل دیدی تھی جو کہ رزولیوشن کے اساسی اصولوں سے بہت کافی ہٹی ہوئی تھیں۔ اس منزل پر معلوم تو ایسا ہو رہا تھا کہ گفت و شنید کا سلسلہ ختم ہی ہو جائے گا لیکن گاندھی جی نے اس موقع پر مشورہ دیا کہ اور ہندی کو ثالث کی حیثیت سے فیصلہ کرنے کے لئے ایک تیسری جماعت کی مداخلت کی تجویز پیش کی۔ لیکن قائد اعظم نے یہ استدلال پیش کیا کہ گاندھی جی تو اپنی انفرادی حیثیت رکھتے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں کسی کی ثالثی کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

تو اس پر گاندھی جی نے یہ مشورہ پیش کیا کہ اگر ملک کی تقسیم ہوتی ہے تو وہ بھائیوں کی طرح علیحدہ ہوں۔ جس پر قائد اعظم نے کچھ تشریح اور وضاحت طلب کی اس کے بعد رائے شماری کا مسئلہ۔ اور گاندھی جی کا یہ اصرار کہ صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ ساری آبادی کی رائے شماری کی ضرورت ہے۔ تجویز کو پیش کرنے والی ایک صرف کا کام کر گیا۔ اب یہاں پہنچ کر واضح انداز میں گفتگو کو برقرار رکھنا ہر دو کے لئے دشوار ہو گیا۔ اورینٹ پریس باور کرتا ہے کہ قائدین کی گفتگو ایک دو دن میں ختم ہو جائے گی اور وہ ساری دنیا کو مطلع کر دیں گے کہ وہ ناکام ہو گئے۔ بجز اس کے کہ آج کی ملاقات میں وہ کسی تجویز پر متفق ہو جائیں لیکن اب یہ بھی ہے کہ ہر دو قائد امید و ترجیح کے پرستار بنے ہوئے ہیں اور ہر دو میں سنجیدگی اور خلوص مساعیہ کار فرما ہے اس لئے ممکن ہے کہ وہ امید کا ایک کمزور سا دھاگا جو کہ لٹک رہا ہے وہ ایک مستحکم شکل اختیار کر جائے۔ سمجھوتہ کی راہ میں جو اختلافات حائل ہیں وہ یہ ہیں گاندھی جی اس پر مصر ہیں کہ انفرادی حیثیت رکھتے ہیں گاندھی جی کا اصرار تھا کہ وہ صرف ایک ملی طبقہ ہی نہیں بلکہ ایک قوم کی حیثیت دینے سے گاندھی جی کا انکار۔ لاہور کے رزولیوشن کو بجنسہ قبول کرنے پر گاندھی جی کی نارضامندی کی راجہ جی کی تجاویز خصوصاً ان کے تین فقروں سے متعلق قائد اعظم کی عدم تشفی۔ اگست رزولیوشن کی گاندھی جی کی حمایت اگر چہ گفتگو کی مختلف منازل میں وہ اس کا اطمینان دلاتے رہے ہیں کہ وہ ان کی راہ میں حائل نہ ہوگا۔ دوسری وعدہ کے لئے تو یہ بات ہیں جو حکومت قائم ہوگی اس کو چلانے کے لئے اس کے دستور سے متعلق کوئی موثر تجویز یا اسکیم پیش کرنے میں گاندھی جی کی ناکامی۔ اگر قائد اعظم اس پر اصرار کر رہے ہیں کہ چونکہ فارمولا تمہارا ہے اس لئے تم ہی کوئی اسکیم پیش کرو۔ (اورینٹ پریس)

مہر پریس چار مینار میں طبع ہو کر دفتر ملکت ... سے شائع ہوا۔